JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 02, January – Jun 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

جہانگیر کے عہد حکومت(1605-1627)میں مسلم وغیر مسلم تعلقات:ایک تجزیاتی مطالعہ

Muslim-Non-Muslim Relations in Period of Jahangir (1605-1627): An Analytical Study

Dr. Monazza Hayat*
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakriya University Multan
Dr Muhammad Sharif Asi**
Oriental language Teacher Wapda Boys High School Muzaffar Garrah

ABSTRACT

The positive trend of religious tolerance developed significantly during the Mughal period.Noor-ud-Din Jahangir maintained permission to build temples in view of religious freedom, so Veer Singh built new temples in Mathura and Bandila. Hindus and Muslims lived in the Jahangiri era with great satisfaction and both had equal opportunities in military and non-military employment. Jahangir gave non-Muslims equal government positions. Jahangir during his reign took steps for the development of civilization. Jahangir provided a conducive environment for the scholars to promote and disseminate Islamic knowledge. Jahangir's good work was to establish the chain of justice which is known as Adil Jahangir. Jahangir was very keen on the art of painting. Painting developed a lot during his time. He built many gardens and buildings in Kashmir which are still in existence today. He also built many magnificent buildings in the forts of Lahore and Agra. Like Babar, Jahangir also wrote his own autobiography, Tuzak e Jahangiri. A policy of tolerance with non-Muslims was adopted in period of Jahangir. Jahangir, like his father, was kind to non-Muslims. He had ordered throughout the empire that no Muslim should forcibly convert any non- Muslims to Islam. He allowed non-Muslims to build their own places of worship. This article revives Muslim-Non-Muslim Relations in the period of Jahangir.

Keywords: *Edward Muslim-Non-Muslim Relations, Period of Jahangir, An Analytical Study*

CC BY

تمہید

مغل حکمران جلال الدین اکبر (1556۔1605) کے بعد اس کا بیٹا نور الدین جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ جہانگیر 1569 میں پیدا ہوا اس کا نام سلیم رکھا گیا۔ اکبر بادشاہ کی اولاد جب بھی پیدا ہوتی تو زندہ نہ رہتی، اس لیے اکبر نے شیخ سلیم چشتی [1] کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی۔ شیخ سلیم فتح پور سیکری میں رہتے تھے۔ اکبر نے سلیم کی پیدائش کے بعد اس جگہ کا نام فتح پور رکھ کر دارالحکومت قرار دیا اور وہاں کئی شاندار عمارات بنوائیں۔[2] چار سال کی عمر سے شہزادہ کی ابتدائی تعلیم شروع ہوئی۔ فیضی، مولانا میر کلاں ہروی سلیم کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ قطب الدین اتلکہ اور خانخاناں اتالیق مقرر ہوئے۔ شہزادہ سلیم ترکی زبان سے بھی واقفیت رکھتا تھا۔ 1578 میں شہزادہ منصب دہ ہزاری ذات سوار پر ممتاز ہوا اور اجمیر کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔[3] اکبر کے دونوں بیٹے مراد اور دانیال چونکہ عالم جوانی میں ہی وفات پا گئے تھے، اس لیے اکبر کی وصیت کے مطابق شہزادہ سلیم تخت نشین ہوا اور اپنے لیے نور الدین جہانگیر کا لقب اختیار کیا۔ ایک وقت میں جب اکبر بادشاہ سلیم سے ناراض تھا تو کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے اکبر بیٹے (سلیم) کی بجائے پوتے خسرو کو اپنا جانشین مقرر کرے۔ لیکن جب سلیم کی اکبر سے صلح ہو گئی اور بادشاہت کا معاملہ صاف ہو گیا تو اکبر کی وفات کے وقت خسرو خوفزدہ ہو کر آگرہ سے بھاگ گیا۔ جہانگیر نے فوراً ایک لشکر شیخ فرید کی نگرانی میں تعاقب کے لیے روانہ کیا، خسرو پنجاب سے گرفتار ہو گیا اور عمر کے باقی پندرہ سال قید میں گزارے۔ خسرو نے 1621 میں وفات پائی۔[4]

1585 میں راجہ بھگوانداس کی بیٹی سے جہانگیر کی شادی ہوئی۔ 1586 میں جہانگیر کی دوسری شادی راجہ اودے سنگھ [5] کی بیٹی جودہ بائی سے ہوئی۔ راجہ کیشو داس لاہور، راجہ رائے سنگھ راول بھیم والی جیسلمیر کی بیٹیاں بھی جہانگیر کے عقد میں آئیں اور آخر میں نور جہاں بنت غیاث الدین المعروف اعتماد الدولہ سے جہانگیر کی شادی ہوئی۔ اس کا نام مہر النساء تھا پھر نور محل اور بعد میں نور جہاں کے خطاب سے سرفراز ہوئی۔ نور جہاں اس وقت کی خواتین میں نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ شعری ذوق رکھتی تھی، ذہین اور سمجھ دار تھی حتیٰ کہ بالواسطہ وہی حکومت کرتی تھی۔ راجہ بھگونداس کی بیٹی جسے جہانگیر نے شاہ بیگم کا خطاب دیا تھا اس سے جہانگیر کی ایک بیٹی سلطان النساء اور ایک بیٹا خسرو پیدا ہوا۔ جودہ بائی سے 1592 میں شہزادہ خرم پیدا ہوا، اس کے علاوہ باقی بیویوں سے پرویز، بہار بیگم اور نثار بیگم پیدا ہوئیں۔ 1605 میں دولڑکے جہاندار اور شہریار پیدا ہوئے۔[6]

جہانگیر کا اچھا کام زنجیر عدل کا لگوانا تھا جو کہ عدل جہانگیری کے نام سے مشہور ہے۔ جہانگیر فن مصوری کا بڑا شوقین تھا، اس کے دور میں مصوری نے بہت ترقی کی۔ استاد ابوالحسن نادر الزمان، استاد منصور، بشن داس اور گوردھن اس زمانہ کے نمایاں مصور

تھے۔ سیر وسیاحت کے لیے جہانگیر اکثر کشمیر جایا کرتا تھا۔ کشمیر میں اس نے کئی باغات اور عمارات بنوائیں، ان میں شالامار باغ اور نشاط باغ آج بھی موجود ہیں اور سری نگر کے قابل دید مقامات میں سے ہیں۔ آگرہ کے قریب سکندرہ میں اکبر کا شاندار مقبرہ بھی جہانگیر کے دور کی تعمیر ہے۔ لاہور اور آگرہ کے قلعے میں بھی اس نے کئی عمدہ عمارتیں بنوائیں۔ بابر کی طرح جہانگیر نے بھی اپنی خود نوشت پر مبنی "تزک جہانگیری" لکھی جس کا ادبی لحاظ سے کافی درجہ ہے۔[7] میواڑ جس کے دارالحکومت چتوڑ پر اکبر نے حملہ کیا تھا اور فتح یاب ہوا تھا، وہاں کے راجہ پرتاپ سنگھ کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے امر سنگھ نے مغلوں کے خلاف کاروائی جاری رکھی اور چھپ چھپ کر حملے کرتے رہتا۔ 1614 میں شہزاد خرم کو اس فتنے کے سدّباب کے لیے مقرر کیا گیا۔ شہزاد خرم نے امر سنگھ کو مسلسل شکستیں دے کر اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور بالآخر اس نے مغل بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے اپنے بیٹے کرن سنگھ کو شاہی دربار بھیجا۔ جہانگیر کرن سنگھ کے ساتھ بڑی فیاضی سے پیش آیا، اسے پنج ہزاری منصب عطا کیا اور دکن کے معرکوں میں وہ بھی ایک ہزار سوار کے ساتھ ماتحت سردار کے طور پر مغلوں کے ساتھ ساتھ رہا ۔ اس کے علاوہ جہانگیر نے امر سنگھ کو اپنا پنجہ کا نشان بھجوایا تا کہ وہ مطمئن ہو جائے۔ اس فتح کی بہت خوشی منائی گئی اور شہزاد خرم کو "شاہ جہاں" کا خطاب عطا کیا گیا کیونکہ پہلی دفعہ میواڑ کے راجہ نے شکست تسلیم کی تھی اور باجگزاروں کی صف میں کھڑا ہوا تھا۔[8]

چند سالوں بعد 1620 میں کانگڑہ پر مہم بھیجی گئی۔ اکبر کے دور میں جب یہاں کا راجہ باغی ہوا تھا تو اس کے خاتمے کے لیے سپہ سالار حسین قلی خان اور اس مہم کا سربراہ بیربر مقرر کیا گیا۔ بیربر قوم کا برہمن اور اور جنگی شہرت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ انہوں نے پہلے ہی حملے میں کانگڑہ فتح کر لیا۔ مندر میں بہت سی کالی گائیں تیروں کے حملے سے بچا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ حملہ آور مسلمان، ہندو لڑائی کے جوش میں ہلاک ہوئے تو ان مقدس ماتاؤں (گائیوں) کا خون بھی بہا دیا گیا حتیٰ کہ بیربر انہیں ذبح کرنے میں سب سے آگے تھا۔ وہاں کا راجہ فرار ہو چکا تھا، مغل فوج کو واپسی کا حکم ملا اور وہ خراج کے وعدے و تاوان جنگ لے کر واپس آ گئی۔ اسی دوران راجا نے اپنی قوّت بحال کر لی اور جہانگیر کے زمانے میں خراج کی ادائیگی میں غفلت سے کام لیا۔ جہانگیر نے جب اس کی یہ شکایتیں سنیں تو ریاست کو ضبط کرنے کا حکم دیا۔ شہزاد خرم نے راجا بکرماجیت کو اس مہم کو سر کرنے کے لیے بھیجا۔ راجا بکرماجیت نے 1622 میں یہ قلعہ دوبارہ فتح کر لیا اور خود جہانگیر نے وہاں جا کر قلعے میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔[9] 1627 میں جہانگیر کشمیر کی سیر سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں بیمار پڑ گیا اور لاہور پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ لاہور پہنچ کر اسے دفن کیا گیا اس کے بیٹے شاہ جہاں نے اپنے دور حکومت میں اس کی قبر پر ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا جو آج لاہور کی شاندار تاریخ یادگاروں میں سے ایک ہے۔[10]

جہانگیری دور کی اصلاحات

جہانگیر نے اقتدار سنبھالتے ہی کئی ایسے اقدامات اور احکامات جاری کیے جس کے ذریعے معاشرے اور تہذیب و تمدن میں موجود پہلے سے رائج شدہ برائیوں کا خاتمہ ہو سکے۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی لکھتے ہیں:

"سلیم 24 اکتوبر 1605 کو تخت نشین ہوا اور جہانگیر کا لقب اختیار کیا۔ اس کے ساتھ ہی نئے قوانین نافذ ہو گئے۔ کئی ملازمین اپنی ملازمتوں پر مستقل کیے گئے۔ نئے سکے جس پر نام بھی کندہ تھے جاری کیے گئے۔ شراب کشیدہ کرنا اور پینا دونوں کو ممنوع قرار دیا گیا۔ بحری ٹیکس معاف کر دیے گئے۔ اس سے پہلے جو مجرموں کے لیے ناک اور کان کاٹنے کی سزائیں تھیں وہ ختم کر دی گئیں"[11]

سرکاری سطح پر یہ احکام جاری کیے گئے کہ سرکاری زمینوں کے عہدیدار اور جاگیردار اپنے علاقے میں بغیر اجازت کے اپنی عوام کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی کی جائداد پر قبضہ کیا جائیگا۔ جو لوگ سامان کی تجارت کرتے ہیں ان کی اجازت کے بغیر ان کی گانٹھوں کو نہیں کھولا جائیگا۔ لاوارث لوگوں کی جائداد کا حساب کتاب رکھنے کا حکم جاری کیا تاکہ ان سے مساجد، سرایوں، پلوں، تالابوں اور کنوؤں کی تعمیر کروائی جائے۔ جاگیرداروں اور ملازمین کو حکم دیا گیا کہ سرائیں تعمیر کی جائیں تاکہ چور ڈاکو کی راہزنی سے بچا جائے۔ بڑے بڑے شہروں میں شفا خانے تعمیر کروانے کا حکم دیا اور اخراجات حکومت نے برداشت کیے۔ یہ تو نہیں معلوم کہ ان قوانین پر کس قدر عمل ہوا لیکن یہ رعایا کے مفاد کے لیے قائم کیے گئے تھے۔ اور ان سے اسلام یا مسلمانوں کی طرف داری یا حمیت مقصود نہ تھی یہ قوانین زیادہ تر اس لیے نافذ کیے گئے کہ کہ رعایا کے دلوں میں اعتماد قائم کیا جائے۔[12] مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہانگیر نے تہذیب و تمدن کی اصلاح اور اچھے کاموں کی ترویج کے لیے اپنی طرف سے بھرپور اور عمدہ کاوشیں کیں۔

مغلیہ دور کے ابتدائی چھ حکمران ظہیر الدین بابر، نصیر الدین ہمایوں، جلال الدین اکبر، نورالدین جہانگیر، شاہ جہاں اور محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نہایت اہم اور قابل ذکر ہیں۔ ان سب کے ادوار ان کے کارناموں اور طرز حکومت کی وجہ سے منفرد اور جدت کے حامل ہیں۔ انہوں نے زندگی کے ہر شعبے میں جدت لانے کی بھرپور کوشش کی اور اس کے فروغ میں کردار ادا کیا۔ نئے نظام روشناس کروائے، طرز حکمرانی میں جدت پیدا کیں۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے سڑکیں، عمارتیں تعمیر کروائیں۔ باغبانی، زراعت، مویشی بانی اور پھلوں پھولوں کی کاشتکاری کی اور ان میں جدت بھی لانے کی کوششیں کی۔ بیرون ملک سے تعمیرات، باغات اور دفتری نظام کے لیے ماہرین بلوائے جس سے عوام کا معیار زندگی بلند ہوا۔

زنجیر عدل

عدل وانصاف کسی بھی خوش حال معاشرہ کا ضامن ہوتا ہے۔ جہانگیر نے اپنے دربار عدل وانصاف کے قیام میں زنجیر عدل لگوائی ہوئی تھی، یہ زنجیر خالص سونے کی تھی اس کی لمبائی تیس گز تھی اس میں آٹھ گھنٹے لٹکے ہوئے تھے اس کا وزن ہندوستانی چار من تھا۔ اس کا ایک سرا قلعہ کے شاہ برج کے ساتھ لٹکایا گیا تھا۔ اور دوسرا سرا دریا کے کنارے پر نصب کیا گیا تھا۔ اس زنجیر کو نصب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مظلوم اور ستم رسیدہ لوگ کسی بھی ایسے شخص کی تلاش میں اپنا وقت ضائع نہ کریں جو ان کے معاملہ میں بادشاہ سے انصاف دلوانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ بلکہ خود ہی بادشاہ سے اپنے معاملہ میں انصاف طلب کر سکیں اس مقصد کے لیے جہانگیر نے اپنے عہد میں اس زنجیر عدل کا اہتمام کیا تھا تاکہ مظلوم اور نادار لوگوں کو انصاف میسر آسکے۔[13] جہانگیر نے تخت نشین ہونے کے بعد **مختلف احکامات** نافذ کیے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

* زکوٰۃ، تمغہ اور میر بحری دسائر تکالیف جو جاگیر داروں نے اپنے نفع کے لیے ہر صوبہ و سرکار میں وضع کیے تھے ان کو ختم کیا۔ راہوں، دریاوں، شہروں، قصبوں، گھاٹوں اور بندرگاہوں پر محصول اور چنگی نہ لی جائے
* جن راستوں پر چوری، ڈکیتی ہوتی ہے اور وہاں نواح میں آبادی کم ہے تو وہاں مسجد، سرائے اور کنویں کھدوائے تاکہ آبادی میں اضافہ ہو۔ ایک جماعت وہاں آباد ہو جو ان سب کا خیال کرے اور سوداگروں کے مال کو ان کی مرضی کے بغیر نہ کھولا جائے۔
* پوری سلطنت کے اندر خواہ کوئی ہندو مرے یا مسلمان اس کا مال اس کے ورثاء کو دیا جائے۔ سلطنت اس میں مخل نہ ہو۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کے ورثاء نہیں ہیں تو اس کے مال کو مساجد، سرائے، کنویں و تالاب اور شکستہ راہوں کی تعمیر و مرمت کی مد میں خرچ کیا جائے سرکار اس سے اپنا ذاتی کوئی کام نہ لے۔
* سلطنت میں کسی کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ شراب یا مسکت بنائے اور اس کو فروخت کرے۔ اگرچہ میں خود اپنی جوانی میں شراب نوشی کی لت میں رہا تھا۔[14]
* سرکاری ملازم کو یہ اجازت نہیں کہ وہ رعایا میں سے کسی فرد کے گھر کو اپنے ذاتی مصرف کے لیے استعمال میں لائیں۔
* کسی مجرم کو جب سزا دی جائے تو بطور سزا اس کے ناک اور کان نہ کاٹے جائیں اس سے قسم لی جائے کہ وہ آئندہ یہ جرم نہیں کرے گا۔
* سرکاری عاملوں میں سے کسی کو یہ اجازت نہیں کہ جہاں وہ اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہوں اس علاقہ کے افراد کی

زمینیں ان سے لے کر اپنے مصرف میں لائیں۔

* شہروں میں شفاخانے بنائے جائیں جن میں طبیب مریضوں کا علاج کیا کریں اور مریضوں کو دوا اور غذا سرکاری خزانہ سے دی جائے گی۔ ان ہسپتالوں کے اخراجات سرکاری خزانہ سے وصول کیے جائیں۔
* جہانگیر نے ایک حکم یہ بھی نافذ کیا کہ جلال الدین اکبر کے دور میں سلطنت کی خدمت کرنے والے سرکاری عہدہ داروں کو ان کے عہدوں سے ہٹایا نہیں جائے گا بلکہ ان کی خدمت کے پیش نظر ان کے عہدوں اور مراعات میں اضافہ کیا جائے گا تاکہ وہ سلطنت کے ساتھ وفادار اور اس کے خدمت گار رہیں۔
* قید خانوں اور قلعوں میں موجود قیدی جو کہ ایک بڑی مدت سے قید ہیں ان کو رہا کیا جائے۔
* ہر وہ ٹیکس جو رعایا کے لیے اذیت و تکلیف کا باعث بن رہا ہو اس کو بھی ختم کیا جائے تاکہ سلطنت میں خوشحالی آئے اور رعایا سکون سے اپنی زندگی بسر کرے۔ جہانگیر نے یہ احکامات جاری کر کے اپنی سلطنت کو محفوظ کر لیا۔[15]

مذہبی آزادی

دور جہانگیری میں ہندوؤں کے ساتھ رواداری کی پالیسی اپنائی گئی۔ جہانگیر اپنے والد کی طرح ہندوؤں پر مہربانی کیا کرتا تھا، اس نے پوری سلطنت میں یہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی مسلمان کسی ہندو کو زبردستی اسلام میں نہ لائے۔ اس نے غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔[16] اس پر اس کے دوست بیر سنگھ بدیلہ نے متھرا کے مقام پر ایک بڑا مندر بنوایا۔ اس کے دور میں صرف بنارس میں ستر سے زائد نئے مندر تعمیر کیے گئے مگر جب اس کی ہندوؤں سے لڑائی شروع ہوئی تو اس نے اپنی پالیسی تبدیل کرتے ہوئے میواڑ کی لڑائی میں کئی مندر مغلیہ فوج نے تباہ کر دیئے۔[17]

غالباً یہ مندر مذہبی رسوم کی ادائیگی کی بجائے فوجی مقاصد کے مراکز بن گئے تھے اس لیے مجبوراً مغلیہ فوج کو انہیں گرانا پڑا۔ ہندو مسلم ایک دوسرے کی مذہبی روایات سے متاثر بھی ہوئے اور یہ اثرات برے گہرے تھے۔ ان کا اثر دونوں کے مطمع نظر پر شعوری اور غیر شعوری دونوں اعتبار سے پڑا۔ اان ذہنی اثرات کے مظاہر امیر خسرو، چراغ دہلوی، فیضی، اکبر اور جہانگیر غرضیکہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں پائے گئے۔ دوسری طرف ہندوؤں میں اس کا اظہار تقریباً ہر تحریک میں نظر آتا جیسا کہ برہمن کے درج ذیل شعر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے بنیادی تصورات زندگی کے اس امتزاج کی بدولت کیونکر بدل رہے تھے۔ ہندو معتقدات کے مطابق ایک انسان کو برہمچاری، گرہست اور واناپرستھ کی منازل کے بعد سنیاس یعنی عزلت گزینی اختیار کرنی چاہیے، لیکن برہمن اس پر یوں تنقید کرتا دکھائی دیتا ہے کہ[18]

جمیعت حواس طلب کن نہ کنج فقر　　　　ما در میان تفرقہ بسیار ماندہ ایم

جہانگیر کی کئی بیویاں پہلے غیر مسلم تھیں جیسا کہ بھگوان داس کی بیٹی اور راجا اودے سنگھ کی بیٹی سے جہانگیر نے شادی کی، جس سے سلطنت کا وارث شہزادہ خرم پیدا ہوا۔ بھگوان داس کی بیٹی شاہ بیگم نے جب خود کشی کی تو جہانگیر کے حواس معطل ہو گئے۔ تزک جہانگیری میں جہانگیر لکھتا ہے کہ راجامان سنگھ کے چچا بھگوان داس کے پوتوں سے ایک عجیب غلطی ہوئی وہ یہ کہ ابھی رام، بجے رام، شیام رام جو ہمیشہ سرکش رہے تھے اور باوجود اس کے کہ ابھی رام سے کئی غلطیاں سرزد ہوئیں تھیں، جنہیں میں نے معاف کر دیا تھا تو اسی دوران مجھے پتہ چلا کہ یہ لوگ میری اجازت کے بغیر اپنے اہل و عیال کو وطن بھیج رہے ہیں اور خود سلطنت مغلیہ کے باغی رانا کے پاس جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ میں نے یہ سن کر رام داس و دیگر امراء کو بلا کر کہا کہ اگر کوئی ان کی ضمانت دے تو میں ان کی خطاؤں کو معاف کر کے ان کی جاگیریں اور منصب واپس کر دوں مگر ان کا کوئی بھی ضامن نہ بنا۔ اس لیے میں نے امیر الامراء سے کہا کہ جب تک یہ اپنا ضامن پیش نہ کریں انہیں کسی درباری کے سپُرد کر دیا جائے۔ امیر الامراء نے انہیں ابراہیم خان کے سپُرد کر دیا۔ اس نے ان بھائیوں سے ہتھیار رکھوانا چاہے تو انہوں نے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے شیخ فرید کو مدد کے لیے بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے لیکن انہوں نے وہیں پر ابراہیم خان پر حملہ کر دیا اور حملہ روکنے کی کوشش میں ایک ملازم قطب مارا گیا۔ اسی دوران امیر الامراء کے آدمیوں نے مل کر ان بھائیوں کا خاتمہ کر دیا۔[19] جہانگیر نے لکھا ہے کہ راجہ بکرماجیت کے بیٹے کلیان کے متعلق میں بہت سی برائیاں سن چکا تھا ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے بولی نام کی ایک مسلمان عورت کو گھر میں ڈال رکھا تھا اور بدنامی کے خوف سے اس کے والدین کو قتل کر کے وہیں دفن کیا ہوا تھا۔ میں نے اسے قید کر کے اس واقعہ کی تحقیق کی جب مجھے اس بات کا ثبوت مل گیا تو اس کی زبان کٹوا کر حکم دیا کہ وہ ہمیشہ بھنگیوں کے ساتھ کھانا کھایا کرے۔[20]

غیر مسلموں کے سرکاری عہدے

جہانگیر نے اپنے دور حکومت میں غیر مسلموں کو برابر سرکاری عہدے اور خطابات دیئے۔ 1609 میں راجامان سنگھ کے بڑے بیٹے راجہ جگت سنگھ کی بیٹی سے جہانگیر کی شادی ہوئی۔ اس سال راجامان سنگھ کو دکن کی مہم پر ایک مشہور ہاتھی "ہشیار مست" دے کر بھیجا، اسی سال کشن سنگھ کو جو مہابت خان کے ساتھ رانا کی مہم پر گیا ہوا تھا، اچھی خدمات سرانجام دینے کے صلے میں جہانگیر نے دو ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کیا۔ 1609 میں ہی خانخاناں اور راجا سورج سنگھ کے مناصب میں ترّقی کر کے دکن کی مہم پر روانہ کیا۔ 1615 میں راجہ مان سنگھ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے بھاؤ سنگھ کو اس کا

جانشین مقرر کیا کیونکہ راجہ مان سنگھ اکبر کے اعلیٰ امراء میں سے تھا۔ پھر راجہ بھاؤ سنگھ کو مرزا راجہ کا خطاب عنایت کرتے ہوئے چار ہزاری ذات اور سہ ہزار کے منصب پر سرفراز کیا اور اس کے آباؤ اجداد کا وطن انبیر کا علاقہ بھی اسے دے دیا۔ جہانگیر نے مہا سنگھ کو جو جگت سنگھ کا باپ اور راجہ مان سنگھ کا بڑا بیٹا تھا اسے بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس کی تسلی کی خاطر اس کے منصب میں پانصدی کا اضافہ کر کے کراہہ کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ اس کے علاوہ مرصع خنجر، گھوڑا اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ 1616 میں تخت نشینی کے بعد دسواں جشن نوروز منایا گیا۔ جشن کے پہلے دن اعتماد الدولہ کے منصب میں ایک ہزار ذات اور سواروں کا اضافہ کیا۔ کنور کرن، جہانگیر قلی خان اور راجہ نرسنگھ دیو کو خاص گھوڑے عنایت کیے۔[21]

جشن کے تیسرے دن راجہ نرسنگھ دیو نے اپنا پیشکش نظر سے گزارا۔ اس پیشکش کی تمام اشیاء میں سے ایک لعل کچھ موتی اور ایک ہاتھی جہانگیر نے پسند کیا۔ چوتھے دن راجہ نرسنگھ دیو کے منصب میں اضافہ کرتے ہوئے اسے وطن جانے کی اجازت اس شرط پر دی کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق دربار میں حاضر ہو جائے گا۔ اس کے بعد نگر کوٹ کے راجہ زادہ کشن چند کو راجہ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ 24 ماہ تیر کو کنور کرن سنگھ کے بیٹے جگت سنگھ نے جس کی عمر اس وقت بارہ سال تھی اجمیر پہنچ کر آستان بوسی کی اور اپنے دادا امر سنگھ کی عرضداشت پیش کی۔ جہانگیر نے اسے خلعت فاخرہ عنایت کی۔ راجہ مان سنگھ کے پوتے مہا سنگھ کو راجہ کا خطاب دیتے ہوئے ایک نقارہ اور جھنڈا عنایت کیا۔[22]

جہانگیر کے دور میں ہندو جرنیل برابر خدمت بجالاتے رہے اور سلطنت مغلیہ کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہے، مثلاً اودا جی رام نے دکن کی مہمات میں حصہ لیا۔[23] جہانگیر نے ہندو فضلاء کی قدردانی میں کمی نہیں کی، اس کے دور میں جدروپ گوشائیں نہایت مشہور بیدانت تھا۔ وہ پیدل اس کے جھونپڑے تک جاتا اور گھنٹوں اس کے پاس بیٹھا رہتا، راستہ چلتے کسی سنیاسی کا نام سنتا تو اس سے ملاقات کرنے پہنچ جاتا۔[24]

پنڈت جواہر لال نہرو کے الفاظ میں ہندوستان میں اسلام کی اور ان مختلف قوموں کی آمد نے جو اپنے ساتھ نئے خیالات اور زندگی کے مختلف طرز لے کر آئیں یہاں کے عقائد اور یہاں کی ہیئت اجتماعی کو متاثر کیا، بیرونی فتح خواہ کچھ بھی برائیاں لے کر آئے اس کا ایک فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ یہ عوام کے ذہنی افق پر وسعت پیدا کر دیتی ہے۔ اور انہیں مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنے حصار سے باہر نکلیں، وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ دنیا اس سے کہیں زیادہ بڑی اور بوقلموں ہے جیسی کہ وہ سمجھ رہے۔ بالکل اسی طرح افغان فتح نے ہندوستان پر اثر ڈالا اور بہت سی تبدیلیاں وجود میں آ گئی۔ اس سے بھی زیادہ تبدیلیاں اس وقت ظاہر ہوئی جب مغل

ہندوستان میں آئے کیونکہ یہ افغانوں سے زیادہ شائستہ اور ترقی یافتہ تھے۔ انہوں نے ہندوستان میں خصوصیت کے ساتھ ساتھ اس نفاست کو رائج کیا جو ایران کا حصہ تھی۔[25]

اسی دور میں مدد معاشیات آرضیات کا ادارہ دیہاتی ہندوستان کی سیاسی اقتصادی اور اجتماعی زندگی پر بڑے اہم اثرات کا حامل ہوا۔ مسلمانوں اور خصوصاً شیوخ و سادات کو معافی اراضیات عطا کرنے کا ایک مقصد یہ تھا کہ مقامی اثر کے چھوٹے چھوٹے علاقے پیدا کیے جائیں جن پر ضرورت کے وقت اعتماد کیا جاسکے اور جو ملک کی مناسب خدمت سرانجام دیتے رہیں۔ معافی آراضیات کا عطیہ پانے والے مسلمان دور دراز مواضعات میں جاکر آباد ہو گئے اور اپنی قابلیت سے وہاں کی مقامی ہندو آبادی کا اعتماد حاصل کر لیا۔ ایک طرف تو صاحبان مدد معاش مقامہ ہندو آبادی کو حکام کی زیادتی اور زبردستی سے بچائے رکھتے تھے اور دوسری طرف وہ حکومت کو اپنے علاقوں میں پیدا شدہ سیاسی اور انتظامی صورتحال سے متعلق صحیح اطلاعات فراہم کرتے تھے۔ عام طور پر مدد معاش پانے والے ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ تھے۔ اٹھارویں صدی کے نصف اوّل میں مدد معاش رکھنے والے اپنی زمین کے انتقال کا پورا حق رکھتے تھے اور بالکل ویسے ہی ہبہ یا بیع کر سکتے تھے جس طرح زمیندار مجاز تھے۔ مدد معاش آراضیات کے حقوق رفتہ رفتہ موروثی ہو گئے البتہ ان کی تجدید و توثیق کرائی جاتی تھی۔ اجتماعی اعتبار سے اس ادارے کے باعث دیہاتی آبادی میں مذہبی رواداری کا احساس پیدا ہوا۔ مسلمان ملک کے اندرونی علاقوں میں جاکر آباد ہو گئے اور ہندو آبادی سے براہ راست ربط و ضبط پیدا کر لیا۔ ان مسلمانوں نے اپنے مذہبی معتقدات کو تو محفوظ رکھا۔ البتہ وہاں کی مقامی رسومات سے ضرور متاثر ہوئے مثلاً وہ مقامی جشن اور میلوں میں حصہ لینے لگے، اس لیے نہیں کہ کسی جشن کی فکری بنیادیں ان کے لیے قابل قبول بن گئیں بلکہ صرف اجتماعی تعاون ہم آہنگی کی خاطر تا کہ یہ ظاہر ہو سکے کہ ہندو ہمسائیوں سے ان کا ساتھ ہمیشہ کے لیے ہے اور دیہاتی زندگی کے مسائل میں وہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اسی طرح دیہات کے سیدھے سادھے اور تربیت سے محروم ہندوؤں کو مسلمانوں کی تہذیب اور مذہبی ارکان و رسومات کے براہ راست مشاہدہ کا موقع ملا۔ انہوں نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ ایک مسلمان اپنی روزمرہ زندگی میں کس طرح عبادت کرتا ہے اور اس کے دیگر معمولات کیا ہیں۔ رفتہ رفتہ ہندوؤں نے یہ محسوس کیا کہ مسلمان ایسے کثیف نہیں ہیں جیسا کہ پرانے تعصبات کے اثر سے وہ ان کو سمجھتے آئے تھے۔ ہندوؤں کے اجداد مسلمانوں کو ترک اور ملیچھ کی اصطلاحات سے یاد کرتے تھے۔ اس رائے میں بھی وقت کے ساتھ تبدیلی آئی اور یہ تعصب دور ہوا۔ چنانچہ دیہات کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی رواداری کا ایک محکم روّیہ پیدا ہوا اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ موضع کی مربوط مگر محدود زندگی میں ان کی ضروریات اور ان کے مسائل یکساں ہیں۔ دیہاتی ہندوستان میں مذہبی رواداری کی جو علامات نظر آتی ہیں وہ در حقیقت مدد معاش ادارے کا ترکہ ہیں۔[26]

جس طرح اکبر بادشاہ نے ہندوؤں کو نئے مندر تعمیر کرنے کی عام اجازت دے رکھی تھی اسی طرح جہانگیر نے بھی ان کی تعمیر کی اجازت بدستور برقرار رکھی۔ چنانچہ ویر سنگھ نے متھرا اور بندیلا میں نئے مندر بنوائے۔ لیکن جب جہانگیر کسی ہندو ریاست سے برسرپیکار ہوتا تو مندر تباہ کر دیا کرتا تھا۔[27] مذہبی رواداری کے مثبت رجحان نے مغلیہ دور میں قابل ذکر ترقی کی۔ ٹیری کہتا ہے کہ یہاں ہر فرد کو اپنے مذہب کی پیروی کی مکمل آزادی ہے۔[28] پیٹرو ڈیلا ویلے کے مطابق دور جہانگیری میں ہندو اور مسلمان نہایت اطمینان کے ساتھ رہتے تھے اور دونوں کو فوجی اور غیر فوجی ملازمتوں میں برابر کے مواقع حاصل تھے۔[29] راجندر پرشاد کے مطابق مسلمان فاتحین کا انداز بہ حیثیت مجموعی روادارانہ تھا اور باوجود متعصبانہ جذبہ کے جس کا کچھ لوگ کبھی کبھی مظاہرہ کر جاتے تھے۔ یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ بالکل ابتدائی دور حکومت سے ہندوؤں کے ساتھ برابر، منصفانہ سلوک کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔[30] رائے منوہر لال جو کہ رائے لون کرن کا خلف الرشید تھا۔ جہانگیر کی ہی زیر تربیت پل کر بڑا ہوا اور فارسی زبان وادب میں وہ ملکہ حاصل کیا کہ آج بھی اس کا نام فارسی کے ادباء میں عزت سے لیا جاتا ہے۔

جہانگیری عہد کے معروف علماء وصوفیاء

کسی بھی ملک یا سلطنت کی تہذیب وتمدن کا انحصار بہت حد تک اس کی تعلیم وتربیت اور تعلیمی نظام پر ہوتا ہے۔ جہانگیر کو تعلیم کی ترقی سے اس قدر دلچسپی تھی کہ تخت نشینی کے فوراً بعد ہی اس نے تمام مکاتب اور مدرسوں کی مرمت اور از سر نو تعمیر کروائی۔ ان میں طلبہ اور اساتذہ کے لئے رہنے کا بھی انتظام کیا۔ اور شاہی کتب خانہ میں بہت سی قیمتی کتابوں کا اضافہ کیا۔ جو لوگ لاوارث فوت ہوتے ان کی جائیدادیں اپنے قبضے میں لے لیتے اور ان کی آمدنی کا ایک حصہ مدرسوں پر ہی خرچ کیا جاتا تھا۔[31] تصنیف وتالیف کے کام کی بہت حوصلہ افزائی کی۔ جس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ علم وادب کا ایک بڑا ذخیرہ ہم تک پہنچا۔[32] عہد جہانگیر کے امراء میں شیخ فرید مرتضیٰ کو علماء ومشائخ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ شیخ فرید بخاری جنہیں بعد میں نواب مرتضیٰ خان کا خطاب ملا انہوں نے جہانگیر کی تخت نشینی کا انتظام کیا اور اس سے قوانین اسلام کے احترام کا وعدہ لیا۔ جہانگیر بالعموم شرح اسلامی کے وعدہ کا ایفا کیا اور اکبر کے دینی اقدامات کا کوئی اثر تھا تو جہانگیر کے عہد میں ختم ہو گیا۔[33]

حضرت باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ دونوں نوامرتضیٰ خان کی گوناگوں خوبیوں کے معترف تھے۔ جہانگیر نے اس کو میر بخشی کا عہد عطا کیا۔ مذہبی شعائر کو رواج دینے میں اول رہتے تھے۔ حضرت مجددؒ نے جہانگیر کے ایک دوسرے جلیل القدر امیر خان اعظم کی دینی حمیت سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے لئے ان کو ایک مکتوب بھی جاری کیا۔ جہانگیر کے امراء میں خانجہاں لودھی نے بھی دین کی خدمت کی۔ شیخ فضل اللہ سریان پوری کے حلقہ ارادت میں شامل تھا۔ اور اکثر علماء اور صوفیا کی صحبت

میں گزار تھا۔ اور اس کی سرکار میں کسی بھی قسم کی بدعت نہ تھی۔[34] جہانگیر نے قطب الدین خان اور عبد الرحیم خانخاں سے کسب فیض کیا۔ مولانا احمد علی کے والد بھی اتالیق تھے۔ یہ ہیئت، طبعات املا اور انشاء پردازی اور خطاطی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اور چہل حدیث سید صدر جہاں سے پڑھی۔ اپنے اساتذہ کی وجہ سے علم و سخن کے آسمان پر ماہتاب بن کر چمکا۔[35]

جہانگیری دور کی مشہور ہستی حضرت مجدد الف ثانی ہیں۔ آپ کی ولادت 1564 میں شہر سرہند میں ہوئی اور وفات 1625 میں ہوئی۔ آپ جب علوم عقلیہ و نقلیہ اور اصول و فروع سے فارغ ہوئے تو درس و تدریس کے کام کا آغاز کیا۔ آپ نے عربی و فارسی میں کچھ رسائل بھی لکھے۔ آپ دارالحکومت اکبر آباد (آگرہ) بھی گئے وہاں ابوالفضل و فیضی سے صحبتیں بھی رہیں۔ لیکن اختلاف ذوق و مسلک کی وجہ سے ان سے مناسبت نہ ہوئی اور بعض دفعہ کچھ ردّ و کد کی بھی نوبت آئی جس کی وجہ سے آمد و رفت موقوف کر دی۔[36] مجدد الف ثانی نے تبلیغی مقصد کے لیے ایک مکمل نظام قائم کیا تھا۔ وہ سرہند میں لوگوں کو ضروری تربیت دیتے تھے اس طرح تیموری سلطنت کے کونے کونے میں ان کا پیغام پہنچ گیا۔ آپ کی باتوں میں چونکہ خلوص ہوتا تھا اس لیے لوگوں پر کافی اچھا اثر ہوتا تھا، یوں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے عقائد صحیح ہو گئے۔ مسلمان تو مسلمان، غیر مسلم بھی ان کی تعلیم اور اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اور کئی غیر مسلموں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اکبر کے بعد جہانگیر نے 1619 میں کسی غلط فہمی کی بنیاد پر آپ کو قلعہ گوالیار میں بند کر دیا۔ گوالیار کی اس نظر بندی کے دوران آپ نے وہاں تبلیغ و ارشاد کا کام شروع کر دیا اور کئی ہزار غیر مسلم قیدی آپ کی دعوت تبلیغ اور صحبت و تربیت کے فیض سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔[37] ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ شہنشاہ جہانگیر کے دور میں ایک سنی عالم شیخ احمد مجدد نامی تھے، دو سال وہ کسی وجہ سے قید میں رہے اور اس مدت میں انہوں نے اپنے رفقائے زندان میں سے سینکڑوں بت پرستوں کو حلقہ بگوش بنالیا۔[38]

اس طرح انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا جو ناحق قید کر دیئے گئے تھے۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو مسلمان بنالیا۔[39] تاہم باہمی امن و امان کی خاطر اور ہندوستان کے مخصوص حالات کے حوالہ سے آپ کا اصول یہ تھا:

" مسلمانان بر دین خود باشند و کفار برکیش خود { لکم دینکم ولی دین}
(الکٰفرون6:109) بیان این معنی است"[40]

"مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کفار اپنے مذہب پر اور یہ اس آیت کا مفہوم ہے کہ "تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین"

یعنی آپ نے امتزاج و اتحاد کی نفی کر کے رواداری کا پہلو نکالا اور یہ طریق کار حالات کا واحد قابل عمل حل ہونے کے علاوہ منصفانہ بھی تھا۔ حضرت احمد سرہندی کی تجدیدی دعوت و عزیمت کی تمام امت مسلمہ معترف ہے۔ وہ مجدد الف ثانیؒ کے نام سے مشہور ہوئے ان کے مکتوبات ور دوسری تصانیف اب تک علم کی روشنی پھیلا رہی ہیں۔ ان کے کارناموں کا زمانہ عہد جہانگیر ہی تھا جہانگیر کی تخت نشینی کی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:'

'بادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خوش خبری خاص و عام تک پہنچی، اہل اسلام کے لئے لازم ہے کہ بادشاہ کے مددگار اور معاون ہوویں۔ شریعت کو رواج دینے اور مذہب کو تقویت پہنچانے میں اس کی رہنمائی کریں۔ خواہ یہ امداد تقویت زبان یا عمل سے ہو۔"[41]

عہد جہانگیری میں شیخ احمد سرہندی نے ترویج شریعت کے لیے جو اقدامات کیے وہ قابل ذکر ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ علماء سو اور دنیا دار علماء، صوفیائے خام اور اہل حکومت بادشاہ و امراء اگر ان کی اصلاح ہو گئی اور ان کی زندگی کا رخ صحیح ہو گیا تو عام لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ شیخ احمد سرہندی نے اپنے خطوط کے ذریعے حکمران طبقہ کی اصلاح کو زیادہ اہمیت دی۔ وہ اس کی یہ وجہ بیان کرتے تھے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت رہی ہے جو جسم کے لیے دل یا روح کی۔[42] شیخ احمد سرہندی نے ترویج شریعت کی راہ سے اہل حکومت کی اصلاح کے لیے جو مشن جاری کیا اس میں علم شریعت کو خاص اہمیت دی۔ شیخ مجدد کے بقول شریعت کے جو جزو ہیں (1) علم (2) عمل (3) اخلاص جب تک یہ تین جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہ ہو گی۔ جہانگیر کے بہت قریبی امیر شیخ فرید بخاری کے نام مکتوب میں ارشاد فرماتے ہوئے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ بادشاہ کو ان بدکیشوں کی رسومات کی قباحت پر مطلع کریں اور مٹانے کی پوری کوشش کریں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہو بادشاہ کو ان کی خرابی کا علم نہ ہو اور شرعی مسائل سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہنا ضروری ہے۔[43]

امراء کے نام خطوط میں شیخ احمد سرہندی نے علم شریعت کے حصول کو اجتماعی طور پر رواج دینے کی اہمیت اور اس کے طور طریق واضح کرنے کے ساتھ اس بات کی تلقین کی کہ روزمرہ زندگی میں قوانین شریعت کی پیروی کی جائے۔[44] اہل حکومت کے نام شیخ سرہندی کے خطوط میں جن باتوں کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کروائی وہ درج ذیل ہیں۔ حلال حرام میں تمیز، فضول خرچی سے اجتناب، حقوق العباد کی نگہداشت، خوردونوش اور لباس میں اسلامی ضوابط کی پابندی، لوگوں سے برتاو میں تواضع انکساری، اہل بدعت اور علماء سو سے دوری اور متقی علماء و صلحاء سے قربت[45] شیخ مجدد کی ان کوششوں سے عہد جہانگیر کے تمدن میں واضح تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں۔ ایک مسلمان ریاست کا تمدن اسلامی روایات سے جدا نہیں ہو سکتا۔ عہد جہانگیر کے قریبی

عہد میں یا بعد کے زمانہ میں ہندوستان کی جتنی اصلاحی تحریکیں برپا ہوئیں ان سب میں تحریک مجددی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔حضرت احمد سرہندی کے کارناموں اور اسلامی تعلیمات کے احیاء و ترویج و اشاعت کا خصوصی زمانہ جہانگیر کا زمانہ رہا۔حضرت مجدد الف ثانی نے عہد جہانگیری کے علماء،امراء اور صوفیا کی اپنے مکاتیب اور تصانیف کے ذریعے اصلاح فرمائی۔

نتائج تحقیق

زیر نظر تحقیقی مقالہ سے اخذ کئے گئے نتائج تحقیق درج ذیل ہیں۔1.نور الدین جہانگیر کے دور حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھا گیا۔2.جہانگیری دور میں غیر مسلموں سے رشتہ داریاں قائم کی گئیں۔3.جہانگیر نے مذہبی آزادی کو مد نظر رکھتے ہوئے مندروں کی تعمیر کی اجازت بدستور برقرار رکھی ۔ چنانچہ ویر سنگھ نے متھرا اور بندیلا میں نئے مندر بنوائے۔4.مذہبی رواداری کے مثبت رجحان نے مغلیہ دور میں قابل ذکر ترقی کی ۔5.دور جہانگیری میں مسلم اور غیر مسلم اطمینان کے ساتھ رہتے تھے ، دونوں کو فوجی اور غیر فوجی ملازمتوں میں برابر کے مواقع حاصل تھے ۔6.جہانگیر نے غیر مسلموں کو اہلیت کی بنیاد پر بلا امتیاز سرکاری عہدے اور خطابات دیئے۔7.نور الدین جہانگیر نے اپنے دورِ حکومت میں تہذیب و تمدن کی ترقی کے لیے بہت سے اقدامات کیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1 آپ بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں سے تھے۔1492 میں پیدا ہوئے ایک عرصہ تک اسلامی ممالک میں حجاز،روم،بغداد،شام و نجف میں سرگرم سیاحت رہے پھر سیکری میں آکر رہائش پذیر ہوئے۔(بدایونی،**منتخب التواریخ**،(مترجم محمود احمد فاروقی)(لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز)،2:11)

Bidāuni,*Muntākhib ut Tāwārikh*, Lāhore,Sheikh Ghulām Ali and Sons,2:11.

2 نظام الدین احمد خواجہ،**طبقات اکبری**،(مترجم محمد ایوب قادری)(لاہور،اردو سائنس بورڈ اپریل،2008)،2:252۔

Nizām Ud Din Ahmād Khāwajā, *Tābqāt Akbāri*, Lahore, Urdu Science Board,2008,252:2.

3 بینی پرشاد،ڈاکٹر،**تاریخ جہانگیر**(مترجم رحم علی الہاشمی)(لاہور،یو پبلشرز اردو بازار،2006)،24۔

Beeni Pārshād, *Tārikh Jhāngir*, Lahore, U Publisher, Urdu Bazar, 2006, 24.

4 ہاشمی فرید آبادی، سید، **محمد بن قاسم سے اورنگ زیب عالمگیر تک**(لاہور، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور1989)،507۔

Hāshmi Fāreed Aābadi , Syed, *Muhāmmād bin Qāsim sāay Aurangzeb Aāalmgeer tak*,(Lāhore, Idarā Maāraf Islāmi, 1989),507.

5 راجہ اودے سنگھ راجہ مالدیو کا بیٹا تھا جو شان و شوکت میں تمام راجاؤں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔(جہانگیر، **تزک جہانگیری**،(مترجم مولوی احمد علی رام پوری)(لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز،2004)،20)۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*, Lahore, Sāng e Meel Publishers, 2004, 20.

6 جہانگیر، **تزک جہانگیری**،(مترجم مولوی احمد علی رائے پوری)،20۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,20.

7 زین العابدین سجاد میرٹھی، مفتی، انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی، مفتی، **تاریخ ملت**(لاہور، ادارہ اسلامیات انارکلی، 1991)،3:393۔

Zāin ul Aābdeen Sajjād Meerthi, Intzām ullah Shāhbi Akbar Abādi, *Tārikh Millāt*, (Lahore, Idārā Islāymiyat, Anār Kāli, 1991), 3:393.

8 جہانگیر، **تزک جہانگیری**،(مترجم مولوی احمد علی رائے پوری)،158-159۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,158-159.

9 جہانگیر، **تزک جہانگیری**،(مترجم مولوی احمد علی رائے پوری)،158-159۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,158-159.

10 ثروت صولت، **ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ**(لاہور، اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ،2004)،2:285۔

Sārwāt Solāt, *Millāt Islāmiā ki Muktāsir Tārikh*, Lahore, Islāmic Publications, Private Limited, 2004, 285:2.

11 ترپاٹھی۔ آر۔پی، **مغلیہ سلطنت کا عروج و زوال**(نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،2010)،404۔

Tārpāhtti, R P , Mughlāiya *Sāltānāt Kā Urooj w Zāwal*, *Dehli*, Qomi Council brāi Fārogh e Urdu Zubān, 2010, 404.

12 ترپاٹھی۔ آر۔پی، **مغلیہ سلطنت کا عروج و زوال**405،406۔

Tārpāhtti, R P , *Mughlāiya Sāltānāt Kā Urooj w Zāwal*, 405-406.

13 ذکاءاللہ، دہلوی محمد مولوی، **تاریخ ہندوستان**(لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز،1998)،3:26۔

Zākā Ullāh, Dehlāwi, Muhammad, Molvi, *Tārikh Hindustān*, Lahore Sāng e Meel publicatios , 1998, 26:3.

14 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 42۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,42.

15 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 43۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,43.

16 بانو محبوب، **جہانگیر کی مذہبی پالیسی**، 90۔

Bāno Mehboob, *Jāhāngir ki Māzhābi Policy* , 90.

17 S.R.Shārmā: *The Religious policy of the Mughāl Emperors*, Lahore ,Sheikh Mubārak Ali and sons, 1975, p,73

18 مبارک علی، ڈاکٹر، **تاریخ اور مؤرخ** (ڈاکٹر کے ایم اشرف کی تحریریں) (لاہور، فکشن ہاؤس مزنگ روڈ، 2002)، 94۔

Mubārāk Ali , Dr , *Tārikh āur Morukh*, Lahore, Fiction House, Māzāng Road, 2002, 94.

19 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 53۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,53.

20 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 95۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,95.

21 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 97۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,97.

22 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 98۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,98.

23 عزیز احمد، پروفیسر، **برصغیر میں اسلامی کلچر** (مترجم ڈاکٹر جمیل جالبی)، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، 1997)، 154۔

Aziz Ahmād, Prof, *Bārsāgheer Māin Islāmi Culture*,Lahore, Idāra Sāqafāt Islāmiyā, Club road, 1997, 154.

24 جہانگیر، **تزک جہانگیری**، 99۔

Jāhāngir, *Tuzāk e Jāhangiri*,99.

25 ندوی، ابوالحسن، مولانا، **ہندوستانی مسلمان** (لکھنؤ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، 1992)، 29۔

Nādvi, Abu ul Hāsān, Moulānā, *Hindustāni Muslāmān*, Lākhnu, Mājlis Tāhqeeqāt w nāshriyāt, Islam, 1992, 26.

26 نعمان احمد صدیقی، **مغلوں کا نظام مالگزاری**، (لاہور، سمیرا پبلی کیشنز، ملتان روڈ، 1900)، 21۔

Nomān Ahmād, *Mughlāun Ka Nizām Mālguzāri*, Lahore, Sāmeera Publications, Multan Road, 1990,21.

27 عزیز احمد، پروفیسر، **برصغیر میں اسلامی کلچر**، (بحوالہ لاہوری، 452، شرما 103)، 127۔

Aziz Ahmād, Prof, *Bārsāgheer Māin Islāmi Culture*,Lahore,127.

28 عزیز احمد، پروفیسر، **برصغیر میں اسلامی کلچر**، (بحوالہ ٹیری فج کی کتاب Early Travels in India، مرتبہ ڈبلو فاسٹر، ص315)، 130۔

Aziz Ahmād, Prof, *Bārsāgheer Māin Islāmi Culture*,Lahore,130.

29 عزیز احمد، پروفیسر، **برصغیر میں اسلامی کلچر**، (بحوالہ Travels of Pietro della valle مرتبہ ای گرے)، 130۔

Aziz Ahmād, Prof, *Bārsāgheer Māin Islāmi Culture*,Lahore,130.

30 عزیز احمد، پروفیسر، **برصغیر میں اسلامی کلچر**، (بحوالہ راجندر پرشاد، ص86)، 131۔

Aziz Ahmād, Prof, *Bārsāgheer Māin Islāmi Culture*,Lahore,131.

31 جعفر، ایس۔ ایم۔، **تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں**، (مترجم سعید انصاری) (لاہور، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 2001)، 72۔

Jāfār S M , *Tāleem Hindustan kāy Muslim Ehād E Hākoomat Māin*, Lahore , Qomi Council, Brāi Fārogh Urdu Zubān , 2001, 72.

32 جعفر، ایس۔ ایم۔، **تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں**، 72۔

Jāfār S M , *Tāleem Hindustan kāy Muslim Ehād E Hākoomat Māin*,72.

33 جعفر، ایس۔ ایم۔، **تعلیم ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں**، 159۔

Jāfār S M , *Tāleem Hindustan kāy Muslim Ehād E Hākoomat Māin*,159.

34 صباح الدین، عبدالرحمٰن، سید، **ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر** (اعظم گڑھ، معارف پریس، 1970)، 86۔

Sābah ud Din Abdu Rāhmān, Syed, *Hindustān Kay Sālāteen Uālmā āur Māshaikh Kāy Tāluqāt Per Aik Nāzr*, Azām Gārrah Maārāf Press, 1970, 86.

35 صباح الدین، عبدالرحمٰن، سید، **ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر**، 165

36 ندوی، ابوالحسن، **تاریخ دعوت و عزیمت** (کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1979)، 4:138۔

Nādvi Abu ul Hāssān *Tārikh Dāwāt w Azeemāt*, Kārachi , Mājlis Nāshriyāt Islam, 1979, 138:4.

37 ثروت صولت، **ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ**،2:313۔

Sārwāt Solāt, *Millāt Islāmiā ki Muktāsir Tārikh*, 2:313.

38 Arnold, T. W.: *The Preaching of Islam*, London, p. 412

39 انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس، بحوالہ ماخوذ از مضمون "**حضرت مجدد الف ثانی یورپ کی نظر میں**"بقلم مولانا عبد الماجد دریابادی ،الفرقان مجدد نمبر1357ھ،8:748۔

Encyclopedia of Religion and Ethics, an essay, *Hāzrat Mujādid Alif Sāni Europe ki Nāzar Māein*, by Abdul Mājid Dāryā Bādi, 748:8.

40 مجدد الف ثانی، **مکتوبات امام ربانی**،2:43۔

Mujādid Alif Sāni, *Māktoobāt, Imam Rābbāni*, 43:2.

41 پالنپوری، محمد، مفتی، **تاریخ ہند**، (سہارنپور (یوپی)، احمد بک ڈپو، س۔ن)،165۔

Pālān Poori, Muhāmmād Mufti, *Tārilkh Hind,* Sārāhan Pur UP Ahmad book , 165.

42 پالنپوری، محمد، مفتی، **تاریخ ہند**،151۔

Pālān Poori, Muhāmmād Mufti, *Tārilkh Hind*,165.

43 اصلاحی، ظفر اسلام، **عہد اسلامی کے ہندوستان میں معاشرت، معیشت اور حکومت کے مسائل**(لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن،2009)،159۔

Islāhi, Zāfar Islām, *Ehād Islāmi Kay Hindustān Māin Māshrāt, Māeshāt āur Hākoomāt Kāy Māsāial*, Lahore, Islamic Book Foundation, 2009, 159.

44 اصلاحی، ظفر اسلام، **عہد اسلامی کے ہندوستان میں معاشرت، معیشت اور حکومت کے مسائل**،163۔

Islāhi, Zāfar Islām, *Ehād Islāmi Kay Hindustān Māin Māshrāt, Māeshāt āur Hākoomāt Kāy Māsāial* 163.

45 اصلاحی، ظفر اسلام، **عہد اسلامی کے ہندوستان میں معاشرت، معیشت اور حکومت کے مسائل**،171۔

Islāhi, Zāfar Islām, *Ehād Islāmi Kay Hindustān Māin Māshrāt, Māeshāt āur Hākoomāt Kāy Māsāial*, 171.